

روزی اطمینان سے انھا اور اطمینان سے تاری اپنے خصیٰ کھجاتے کے کو ٹھڑی میں گیا۔ جب واپس آیا تو اخباری کاغذ میں لپٹی ہوئی گیند کے سائز کی کوئی کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے یہ شے کالیے کے آگے رکھ دی۔

”کیا ہے؟“ کالیے کی آواز میں لرزش تھی اور جنسی طور پر بے اختیار ہوئے۔ ایک شخص کی طرح اس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔

”دیکھو۔“ روزی نے صرف اتنا کہا۔

کالیے نے اخباری کاغذ کو ایسے احتیاط سے کھولا جیسے اس کے اندر کوئی

... ہو۔

اس کے اندر ایک ٹوٹا ہوا ہیڈ تھا۔ ایک چھوٹا سا ستر لیکن اس کی کوئی سلامت نہ تھی۔ مشاہد کو وہ ایک عام سا پتھر لگا۔

”یہ تو سب ٹوٹا ہوا ہے۔“ کالیے نے اس پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

”ہاں۔“ روزی نے پھر صرف یہی ایک لفظ کہا۔

”تو یہ... بالکل ٹوٹا ہوا ہے بیکار ہے۔“

”ہاں۔“

”کتنے کا؟“

”پانچ ہزار۔“

کالیا ہنسنے لگا لیکن مشاہد کو اس کی نہیٰ تھیڑ کے کسی او اکار کی لگی۔ کہیں وہ قدرے بلند تھی اور قدرے بے وجہ۔ پانچ ہزار۔ اس ٹوٹے ہوئے ہیڈ سے زیادہ سور و پے کا ہے۔

”ٹھیک ہے۔“ روزی نے کہا۔ پہلے تو کالیا یہ سمجھا کہ سودا ہو گیا تھا۔ روزی نے ہیڈ کو کاغذ میں لپٹنا اور اٹھ کر اندر جانے لگا۔

”روزی۔ بات تو کرو۔“ کالیا بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیا بات کرو۔“

”تم اپنی قیمت بتاؤ یارا۔ غصہ مت کرو۔“

”پانچ ہزار۔“

”تو انصاف نہیں ہے۔“

”تم انصاف کرو — اسے دیکھو کیا ہے؟“

”بس بدھا کا نوتا ہوا ہیڈ ہے — اور کیا ہے؟“

”نہیں سینٹھ کالیا — یہ صرف ہیڈ نہیں۔ سوکھے کا ہیڈ ہے — اس کا گال بھجو... اس کا آنکھ دیکھو اندر گیا ہے۔ سوکھے کا ہیڈ ہے... بے شک نوتا ہوا ہے — پانچ رہ نہیں تو میں لے جاتا ہوں：“

”اچھا بن یا پانچ ہزار ہی سہی —“ کالیا جھنجھلا گیا اور پھر پچھانوں کے بارے میں بنا برا کلمات کے۔

”ابھی لے جاؤ گے یا اندر رکھ دوں“ روزی یقیناً لطف اندوڑ ہو رہا تھا۔

”ابھی —“ کالیے نے رقم گن کر اس کے کھرد رے اور نوتے ہوئے ناخنوں لے ہاتھوں میں دی اور اخباری کاغذ میں لپٹے گیند کو اٹھا کر وہ دونوں باہر گلی میں آ گئے۔

”پانچ ہزار —“ مشاہد تقریباً چیخ اٹھا ”اس پھر کے... تم ہوش میں تو ہو —“

”میں نے صحیح سے ایک گھونٹ نہیں پایا —“ کالیے نے شادت کی انگلی بلند کی پھر اخباری کاغذ کو ذرا سا کھول کر اُس میں جھاٹکتے ہوئے وہ مستی میں بولا ”مشاہد یہ یونیک چیز ہے — تم نے لاہور میوزیم میں فاسنگ بدھا تو دیکھا ہے ناں... پوری دنیا اس سے یونیک پیس اور کوئی نہیں۔ اس کی کوئی قیمت نہیں — جب لارڈ بدھ نے طویل تپیا کی گیل حاصل کرنے کے لئے تو وہ — بالکل سوکھ گیا — اسی لئے میں نے اسے سوکھا کما تھا... یہ نمونے بالکل نایاب ہیں... یہ دیکھو روزی درست کہتا تھا، کچھ نوتا ہوا ہے لیکن — اس کی دونوں آنکھیں ایک فاقہ زدہ شخص کی طرح دھنسی اور مردہ ہیں اور اس کے گال اور ما تھا پچکا ہوا ہے — میں اسے پانچ ہزار تو کیا پچاس میں بھی خرید لیتا —“

”اے بھی جاپان سملک کرو گے“

”نہیں — اسے میں اپنے پاس رکھوں گا۔ اپنے پرائیویٹ میوزیم میں —“

اس دوران روزی اپنی بستی ہوئی ناک کرتے کی آسمیں سے صاف کرتا ہوا باہر آ اگر اسلام خان کے پاس ایک چیز ہے — دیکھو گے؟“

”میں جانتا ہوں“ کالیے نے سر ہلایا ”پوری مارکیٹ جانتی ہے لیکن وہ پیسے بتاہے۔“

”دنیس دیکھو گے؟“

”دیکھ لیتے ہیں — کیوں مشاہدی؟“

مشاہد بھی ایک نامعلوم کشش کے تحت گندھارا کے ان ہزاروں بر نقوش کے قریب آ رہا تھا۔ یہ ایک عجیب کھیل تھا — کیا دنیا کے کسی حصے میں اس ساتھ اس قسم کا کھیل کھیلا جاتا ہے؟

اسلام خان بہترن چڑالی چرس کے تین سبکریٹ پی کر اپنے کمبل میں آئے کئے پتے نہیں کن جہانوں میں تھا جب آئے روزی کی آواز دور سے... کہیں ایک گھرائی سے آتی سنائی وی اور وہ فوراً ہوشیار ہو گیا۔ کالیے کو دیکھ کر اُس کی باچھیں اور وہ مزید ہوشیار ہو گیا۔ آ.. کالیا سیٹھ — ”وہ آگے بڑھ کر اُس سے بچھیں اور چرس کے نشے کی وجہ سے خاصی دیر بغل گیر رہا۔ پھر کالیے نے اُسے باقاعدہ پرے کیا اور کہنے لگا“ اسلام...“

فوری طور پر خان نے ”زندہ باد“ کا نعروہ لگایا اور پھر فوری طور پر شرمende سر کھا کر کہنے لگا ”ہاں کالیا سیٹھ۔“

”ہم وہ دیکھنے آئے ہیں۔“

”آؤ۔“ اُس نے کہا۔

آن تینوں کو دیکھ کر چکبری گائے نے ایک خوش آمدیدی ”بآں“ کی جواب میں اسلام خان نے اُسے پشتومیں کس مناسب گالی سے تواز۔ گائے نے کر تھو تھنی دوسری جانب کر لی۔ کوٹھڑی میں کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد انہیں دیا۔ گوبر کے ڈھیر کے برابری پر الی کے گئھے تھے اور ان کے برابر میں فرش پر پرالی میں سے ایک سفید پاؤں نظر آ رہا تھا۔

”بمن یا جینوئے ہے۔“ کالیے نے ایک سایت ہو کر مشاہد کا بازو جھنجھوڑا۔ پاؤں دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ باقی بھی اصلی ہے اور کیا پاؤں ہے مشاہدی“ وہ سلو

نچے بیٹھتا گیا اور پھر اپنی آنکھوں کو پاؤں کے قریب لاما گیا“ صدقے۔“ اسلام خان ایک کونے میں کھڑا اپنے آپ کو گرنے سے بچانے کے لئے دیوار کے ساتھ نیک لگا رہا تھا۔

”اوے باقی بھی دکھاوے ظالمًا — پرالی ہٹا دے۔“

اسلام سنجدلا اور آگے بڑھ کر پرالی کے پکھے اٹھانے شروع کر دیئے اور وہ انیں س کے نشے کی وجہ سے بے حد آہنگی سے اٹھا رہا تھا اور کالیا کہتا تھا "اوئے جلدی کر جلدی..."

آہستہ آہستہ وہ ظاہر ہوتا گیا۔

تیس ترین کارگیری - Stucco سے بنا ہوا ایک لائف سائز بدھ کا مجسمہ۔ ایسی نالی کہ صرف ایک سانس کی کسر تھی ورنہ وہ بوتا۔ کیا اُس کے گھنٹے پر بھی کسی مائیکل بجلو نے ہتھوڑی مار کر کما ہو گا کہ بول — تو ہی تو پر فیکٹ بدھ ہے — اگر موسے بن بولا تھا تو یہ بدھ کماں بولا ہو گا جو یوں بھی کم گو تھا — یہ ایسے مائیکل اس بجلو ز تھے جو انام نہیں اپنی عقیدت چھوڑ جاتے تھے — ویسے جس نے فاسنگ بدھ تراشا تھا اس نے اسے شاید بولنے کے لئے ضرب نہیں لگائی ہو گی کیونکہ وہ لوگ اپنے بڑوں کا ادب تھے۔

کالیا بھی تک اس کے پاؤں پکڑے بیٹھا تھا اور انگلیوں پر غور کر رہا تھا — "بولو کتنا رقم؟"

وہ نہیں بولا۔ دیوار سے نیک لگائے کالیے کے زرد پڑتے چرے کی ایکسٹ منٹ، لطف اندوڑ ہوتا رہا۔

"بولو" — کالیے نے ایک بار پھر کما اور چونے کی سفیدی جس میں شاکر جان بھی اپنی پار سے ہاتھ پھیرنے لگا" کیا بن یا کارگیر تھے — بولو"

"پانچ" — خان نے مسلسل مسکراتے ہوئے کہا۔

"پانچ؟" کالیے نے اُس کی جانب دیکھے بغیر کہا" پانچ میں تو بن یا اُدھر لندن میں کٹ کے نیلام گھر میں ایسا پیس مل جاتا ہے یارا — "

"تو اُدھر جاؤ اُدھر کیا کرتا ہے" — اُسکی مسکراتہ چلتی جا رہی تھی۔

ہر دو چار ہفتوں میں وہ لندن کا پھیرا لگاتا تھا۔ اکثر اوقات کرشی سے کوئی گندھارا اخیر کر اسے پاکستان لاتا اور یہاں سے جپان سمگل کر دیتا... کیونکہ جو کچھ Source آتا ہے اُس کے جینوں ہونے میں شک نہیں ہوتا۔

"چار — منظور ہے — "

"نیں" — اسلام نے گوبر پر تھوکا "نہیں" — "

”آؤ مشاہدی“ کالیا مجتھے سے نظریں چڑاتا ہوا انھا صرف اس ذرے کے کمیں اُس کی صنائی سے متاثر ہو کر ”پانچ“ نہ کہہ دے ...
”سنو —“ خان بولا۔

”ہاں — ”کالیا بیتائی سے اُس کی جانب پلٹ پڑا۔

”یارا ادھر تم دونوں اس کو ہاتھ تو لگاؤ۔ برکت کے لئے ۔۔۔“

کالا مسکرا با اور اُس نے مدھ کے سر پر پیار دیا "آؤ مشاہدی"

”میں کہا کرو؟“

”میں کیا کروں؟“

”صرف اس درک آف آرٹ پر اپنا ہاتھ پھیر دو۔ ادھر گندھارا میں ذیل والوں میں رواج ہے کہ جب کوئی ریسرچیس ملے تو اپنے مہمانوں کی عزت افزائی کے ان سے درخواست کرتے ہیں کہ اس پر ہاتھ پھیرو۔۔۔ جب وہ پیس ان کی خواہش کے فروخت ہو جاتا ہے تو ہر ہاتھ پھیرنے والے کو نذرانے کے طور پر کچھ رقم روائے کی جا تمہیر بھی جاری بخی ہزار مل جائیں گے ہاتھ پھیرو۔۔۔“

— تمہیں بھی چار پانچ ہزار مل جائیں گے ہاتھ پھیرو ۔۔۔

مشاء نے کندھے سکریے اور مجتھے کے پاس بینھ کر اس کے سینے پر ا

رکھا.... اور اسے آئندہ زندگی میں — زندگی کے آخر تک شبہ رہا کہ اس لمحے کے
نے وادیِ سو سال کے ایک دور افتادہ گاؤں میں ایک اصلبل میں بُدھا کے بیٹے پر ا

تھا تو اس کی ہتھیلی کے نیچے کچھ دھڑکا تھا۔ جیسے دل کی ایک ڈھک ہو۔
”اصطبل میں ایک اور عیسیٰ پیدا ہوا ہے۔“ کالایا باہر نکلتے ہوئے بڑے

مشابہ دی۔ ”
گلی میں ان کے آنکھیں یکدم چند ہیا گئیں۔ وہ ایک اور زمانے میں پڑے
اور اب واپس آئے تھے۔

اور اب وہ پس آئے۔
ڈاکٹر ارشد اور اُس کا سر اُن کے انتظار میں تھے اور شدید ناگواری اُن۔
پر تھی کیونکہ وہ دونوں گواہ تھے۔ نکاح نامے میں صرف اُن کے دستخطوں کی
تھی۔

چار کاروں کا قائلہ جب نل سے نکلا تو شام ہو رہی تھی اور اب آگ پمازیوں میں مایکا کی چمک ماند پڑ چکی تھی۔ ایک سفید ٹشٹ کاک برلنے

ٹوکریں کھاتی ہوئی اُس صحن میں سے نکلی تھی اور ڈاکٹر کی کار میں ایک نایبناکی طرح، رات
دکھانے سوارا دیتے بخداوی گئی تھی۔

برادر عزیز نے پیش روں کی پچھلی نشت پر خوب گند مچایا ہوا تھا۔ اور اب وہاں
مرنگس کی ملک نہ تھی۔

تھانے کے ویران ہوتے بازاروں میں سے گزر کر جب وہ بٹ خیلہ جانے والی
مڑک پر آئے تو شام بہت گھری ہو چکی تھی۔ چک دڑہ پل پر چند روشنیاں تھیں جن کا
عکس نیچے بریلے پانیوں پر پڑتا تھا۔

”کل صبح ذرا سوریہ سویرے نکلیں گے۔ میں شام سے پہلے لاہور پہنچنا چاہتا
ہوں۔ برگتا فکر مند ہو گی“

”کل صبح؟ — آج رات بٹ خیلہ میں بسر کرو گے؟“

”ہاں۔“

”کیوں؟“

”کیوں کا کیا مطلب؟“

”بھی رات کے وقت جو کرنا ہے شیر نے کرنا ہے۔ اب پتہ نہیں اس بوڑھے شیر
سے کچھ ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ ہم سیدھے چلتے ہیں۔“

”اسلام آباد؟“

”ہاں۔“

مشہد نے گھری پر نگاہ ڈالی۔ چھنچ رہے تھے۔ باہر سلیٹی منظر گھنی تاریکی میں گم تھا

”ٹھیک ہے۔ چلو۔“

”لیکن مجھے برادر عزیز کو دے سائنس ہوٹ میں آتا رہا ہے۔“

ان کی پیش روں کی بریک لائینیں جلیں تو بقیہ تینوں کاریں ہارن دیتی ہوئی آگے چلی
گئیں۔

”چلو برادر عزیز“ کالیے نے گٹورے کو گردن سے دبوچ کر اٹھایا اور دے سائنس
ہوٹ کے چھپر کی طرف پھینک دیا۔ اُس کی دروناک ”چاؤں“ دریائے سوات کے شور
کے باوجود ان سک پنجی۔

دریا کے کنارے اُن کی کریاں اُسی ترتیب سے اب بھی پڑی تھیں۔

”تھوڑی دیر بیٹھ جائیں؟“

”کیا کریں گے؟“

”یہ — کالیے نے جس طرح گٹورے کو دبوچا تھا اُسی طرح پچھلی نشست فرش پر پڑی بلیک لیبل کی ایک بوتل کو پکڑا اور مشاہد کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیا۔“

گٹورا پھر ان کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

دریا کا شور قریب ہونے لگا۔ وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان دونوں نے تیری کو دیکھا اور ایک گرا سانس بھرا۔

”صدقة —“ کالیے نے پہلی گھونٹ کے بعد بست دھنسے ہو کر اپنے آپ مطمئن ہو کر سرگوشی میں کہا ”چل بھئی مشاہدی —“

”نو تھینک یو —“

”کیوں؟“

”بن —“

”اوہر آؤ برادر عزیز —“ کالیے کی مچکلی پر گٹورے نے بے حساب دم ہالا۔ قریب آیا تو کالیے نے ہتھیلی پر تھوڑی سی وہ سکی انڈیل کر اُس کے سامنے کی۔ اُس تھوڑتھی آگے کر کے سونگھا اور اتنے زور سے چھین کا کہ دوہرا ہو کر گر گیا اور پھر مشکل انھا۔

”برادر عزیز آفڑ آل کٹا ہی نکلا —“ کالیے نے ماہی میں سرہلایا اور ہتھیلی منہ کے قریب لا کر وہ سکی کو سوپ کی طرح خود ہی سرپ گیا۔

”مشاہدی — اسلام آباد پنجتھی ہی تمہیں پتا ہے کہ سب سے پہلے میں نے کیا کرنا ہے؟“

مشابد چپ رہا تو کالیا ناراض ہو کر کہنے لگا ”پوچھو تو سما کہ کیا کرنا ہے؟“

”کیا کام کرنا ہے؟“

”عشتیوں کا بندوبست کرنا ہے —“

”کیا؟“

”زبردست مجرما کرنا ہے ڈاکٹر بدھے شیر کی شادی کی خوشی میں — باشرابنیا۔“

گشیں —

”فارہیوز سیک —“ مشاہد نے شدید ناگواری سے سر بلایا ”یہ... یہ لفظ استعمال کیا کرد“

”کونا لفظ؟ —“

”یہی — گشتی وغیرہ“

”اوے —“ کالیا اندر ہیرے میں اُس کے چہرے کے قریب اپنی آنکھیں لا کر بولا
شی کو گشتی نہ کہوں — لیڈی کہوں؟ نیک پروین کہوں؟ تم ابھی تک وہی پت پینڈو ہو
میں محل مشن ہائی سکول والے...“
سیاہی ہرشے میں سرات کر چکی تھی۔

درجہ حرارت آج بھی صفر سے کمیں بیچھے تھا اور برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔
زیوں کے دامن میں آلوجے کے جو باغ تھے ان کی جانب سے ایک برفیلی ہوا آتی تھی۔
”نہیں —“ یکدم کالیے نے اُسی سرگوشی میں کہا جیسے اُس نے ”صدقے“ کہا تھا
منہ کھوں کر اُس میں وہ سکی اندھلتے ہوئے ایک ڈر کے ساتھ بولا ”نہیں —“ اُس نے
بلماکہ ہوٹل کے پچھوڑے میں آلوجے کا جو تھا درخت تھا اور جس کی موکھی ہوئی
فلو پر ابھی ابھی جب اس نے برادر عزیز کو دبوچ کر وہاں پھینکا تھا کہیں کہیں سفید دھبے
اور آلوجے کے شگوفے کھلنے کے لئے ابھی تھوڑی سی جدت درکار تھی جو اگلے تین
ہفتوں میں تو ممکن نہ تھی۔

لیکن — وہ تین چار ہفتے اُسی وقت گزر گئے۔

آلوجے کی شاخوں پر پھونتے ہوئے سفید دھبے دیکھتے دیکھتے اُس کی نظرؤں کے
نے اندر ہرے میں کھلنے لگے۔ ساری شاخیں سفید روشن شگوفوں سے بھر گئیں۔

”نہیں —“ تب کالیے نے اُسی سرگوشی میں کہا تھا — وہ بے یقین ہو رہا تھا۔
اُذکر رہے ہو مشاہدی؟“

مشاہد خاموش رہا۔ آلوجے کے سفید شگوفوں کی روشنی نے کٹورے کی آنکھوں کو
ماچھڑھیا دیا اور اُس نے بیزار ہو کر ایک ہلکی سی ”وَف“ کی۔

”میں — میں بڑے کے گھر تک پہنچوں گا۔ میں دیکھوں گا —“ کالیا انداہا تھا
تباہرا اور لرزش میں انداہا اور اسی انداز میں کٹورا بھی سرد زمین پر پڑی دُم پُچ کر انداہا اور

اُس کے پیچھے ہو لیا۔

وہ دونوں تاریکی میں چلے گئے۔ کالیا اور گٹورا۔

کچھ مدت — ایک سرد اور صفر سے نیچے کے درجہ حرارت میں بیٹھنے سے آلوچہ کے جنگلوں سے برلنی اور سلیٹی ہوا میں آتی تھیں اور جہاں بہاؤ کا شور تھا ابھی تک تھا نہیں تھا وہاں کچھ مدت بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ہوتا — مشاہد بھی ہیں وہ دونوں تاریکی میں سے نکل کر اُس کی جانب واپس آ رہے تھے۔ کالیا اور کالیے کے چہرے پر بے یقینی کی عبارت تھی جو اُس تاریکی میں بھی صاف سکتی تھی... اُس نے ہاتھ آگے کیا۔ اُس میں ایک سفید شگوفہ تھا — ایک سفید

— کھلا ہوا —

”یہ کیا ہے مشاہدی؟“

”یہ — ہم ہیں“

چار چیزیں ہیں...“

صاحب کمال کا گل بلیڈر رُک رُک کر دھکوں سے خالی ہونے لگا اور اُسی رفتار کی
ہلاٹ سے قرار کا ایک گرا سانس اس کے ہانپتے کھٹے منہ سے باہر آنے لگا... آئی ہوپ۔
لی ایم ناٹ وینگ مائی سیف... لائٹ سوچ پتہ نہیں کمال تھا۔
باتھ رومن میں مکمل تاریکی تھی۔

صاحب کمال نے اپنے آپ کو ثابت تدم رکھنے کے لئے دیوار کا سارا لیا اور وہ
لی دوسرا تھا باتھ رومن کے آئینے کے اندر، جس کے خدو خال اس سے ممااثت رکھتے تھے
اوے دیکھنے لگا کہ یہ وہ خود تھا... لیکن اُس کا چہرہ سیاہی میں تھا اور سفید بل بھی سیاہ نظر
تھے... یوں تھے او یوں تھے وہی بر ہو آئی مس پلیسٹ یو... کم از کم ادھرویسٹ میں غسل خانوں
لارڈو اریں سالاہ ہیں اور ہولڈ کرتی ہیں اور ہر ایسٹ میں تو غسل خانے بھی نہ بوز کے ہوتے
نہ ذمہ رات... سہارا لوتو پورا ایسٹ آپ تمہارے سمیت کر لش کر جاتا تھا... نہ بوز ہست میں وہ
لتی تھیں؟ وہ جتنی بھی تھیں اُن پر گوشت بست کم تھا... اینڈر ایٹ وازنوفن — بٹ ڈیوٹی
از ڈیوٹی — آفرز آل تب کا کرنل صاحب کمال "ناٹریکر" کاشا گرد تھا... ویرائل باشرڈ۔

کیا یہ عمر ہے جو مجھ پر صاحب کمال پر ریگتی ہوئی چلی آ رہی ہے اور اُس کے پنج
ہرے بدن میں پنجھتے چلے جاتے ہیں ذمہ رات یا یہ کچھ اور ہے... یہ عجیب قصہ ہے کہ وہ
لارے چھرے مجھے یاد ہیں اُن بنگال بلیکر کے... منٹو کا شھنڈا گوشت لیکن آنکھوں میں...
اُن لمحے بھی... نفرت کے زندہ جرثوے کروٹیں لیتے ہوئے... یہ پنجے میرے بدن کے اندر
ٹوکوں کی طرح جاتے ہیں... ان میں کوئی ایک سوول پچھتاوے کی تو نہیں... ہے؟ —
ہٹکٹ نان نہیں... رات وازنائی ڈیوٹی... نسل کو بدل دینا... ذرا رنگت اور قد کو بہتر کر دینے
میں کیا تباہت ہے... مائی ڈیوٹی۔

صاحب کمال یکدم بڑی طرح لڑکھ رایا... اُس کا مٹانہ کب کا خالی ہو چکا تھا اور جس
دیوار کو اُس نے تھام رکھا تھا اس میں سے ایک بخوبی اُس کی ہتھیلی کے راستے اُس کے

مٹانے کے اندر تک پہنچ رہی تھی۔

ڈیوٹی اپنی جگہ لیکن — وہ سب کہاں ہوں گے؟

میرے آف سپرنگز —

یہ ہو سکتا ہے؟ نہیں ہو سکتا — شامدیہ ہو سکتا ہے کہ میں کبھی اُن میں ایک کو دیکھ سکوں... اس آئینے میں جو شکل اب دکھنے لگی ہے اور اس کے بل پچے ہیں اور آنکھوں کے گرد کروز فیٹ ہیں اور ہڈیوں پر کھپنی ہوئی ہلد ڈھیل پر چکل کیا کسی کی شکل ایسی ہو گی؟

”کس کی شکل ایسی ہو گی؟“ اُس نے یکدم ایک بلند اور بھدی سی آواز پکارا... ایک ملٹری کمانڈ کی طرح۔

مجھے اُن میں سے صرف ایک درکار ہے تاکہ میں اُسے اپنی ملکانی کی گودیم سکوں... لیکن وہ تو اب تک بہت بڑے ہو چکے ہوں گے... ماشاء اللہ... صرف ایک ہے ملکانی کی تسلی کے لئے... صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ فال سے پہلے میں ہر ڈیم اٹ آئی ایم ناٹ ام پوٹٹ۔

”آئی ایم ناٹ؟“ اس نے پھر بلند اور بھدی سی آواز میں جیسے سوال کیا۔

”وَف...“ ایک غیر انسانی ساجواب کیس سے آیا۔

صاحب کمال نے اپنے آپ کو خاصے تردود کے بعد ڈولنے اور گرنے سے بچنے کی کوشش کی... ایک اور ”وَف“ سے اس نے سمت کا قیعنی اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کی... ایک شامدیہ جس کے جسم کا کوئی حصہ مسلسل حرکت میں تھا اور یہ دہیں سے آئی تھی... آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو چکی تھیں اور بجلی کا سوچ دکھال لگا تھا۔ اُس نے نہ چاہتے ہوئے بھی روشنی آن کر دی جس کی پہلی چھین اس کی آئیں گئی اور اُس نے ناک چڑھا کر اُدھر دیکھا جدھر نیلے نب میں ایک مندوش نسل کا نہاست اہتمام سے دُم ہلا رہا تھا اور تیز روشنی نے اس کی میمیں آنکھوں کو بھی لمحہ لئے چند ہیا دیا تھا۔

”اے ڈیم چتی —“ صاحب کمال زیر لب بڑی بڑیا یا یہ زاہد کالیا ان دنوں

پاریاں تھرد کر رہا ہے۔

گُٹورے نے جو بست دیر سے کموڈ پر جھوٹتے جنگل میں کو دیکھ رہا تھا اور

مرتی بوندوں کی پٹ پٹ سے لطف اندوں ہو رہا تھا ایک اور "ڈف" — "کر کے اپنی مکمل
لماہیت کا اظہار کیا۔

اُسی لمحے باہر سے زاہد کالیے کی آواز اندر آئی — "آریو آل رائٹ سر؟"
صاحب کمال نے جواب میں غسل خانے کا دروازہ کھول دیا" آف کورس آئی ایم
آل رائٹ..."

"بین اپ سر —" کالیے نے نظریں جھکا کر درخواست کی۔
"اوہ —" صاحب کمال نے قدرے نجات سے اپنے آپ کو مٹن اپ کیا اور پھر
ذراسیدھا ہو کر غصے سے کہا "راز ہی انوائیڈ؟"
"کون سر؟" زاہد کالیا رسک کے سنبھلیں مارتے شوٹ اور میچنگ ٹالی کے
ساتھ صاحب کمال کے سامنے تقریباً جھک گیا۔

"ہی —" اس نے صرف اپنی گھنی ابر و چڑھا کر ادھر اشارہ کیا۔
کالیے نے غسل خانے کے اندر جھانکا اور اس کے چہرے پر ماوس ایسی شفقت کی
رُنگ گھری ہونے لگی" سر — یہ بسن یا برادر عزیز ہے — میرا بھائی ہے"
"انڈیڈ —" صاحب کمال نے اپنے آپ کو مزید کمپوز کیا اور مسکرانے لگا" زاہد
— یو آر دے لمش — پارٹی شروع ہوئی ہے یا نہیں؟"
"سر کشیاں ابھی نہ کال رہی ہیں اور ذرا بسنا یا سر میں آ رہی ہیں — اور سر
آپ غسل خانے میں ڈرائی تو نہیں رہنے — ادھر کھڑکی کی چوکھت پر بھی میں نے بلیک
لیل کی ایک بوتل اور گلاس رکھوادیئے تھے..."

"Really?"

"سر —" کالیا فوراً باتھ روم میں گیا اور باہر آیا تو اس کے ایک ہاتھ میں وہ سکی
کہ ناک تک بھری بوتل تھی اور دوسروے میں ایک گلاس "سنگل یا ذیل سر؟"
"یو آر دے لمش کالیا —" وہ بے حد محظوظ ہو رہا تھا "سنگل پلیز —"
صاحب کمال کے رخصت ہونے پر کالیا جو ابھی تک جان بوجھ کر ڈرائی تھا کہ یہ
پالی اس کے گھر میں تھی اور اسے انتظام کرنے تھے اور یہ پارٹی ڈاکٹر ارشد کی تاخیر شدہ
ٹولڈی کی خوشی میں تھی، غسل خانے کے اندر گیا اور اس نے برادر عزیز کی ایک فوری
گل —" کے جواب میں اُسے اٹھایا اور اس کے گیلے گٹا ہونٹوں پر ایک زبردست پیار

بھرا بوسہ دیا اور نہایت الفت سے کہنے لگا "یو آر دے چیف گیسٹ برادر عزیز" سے
سمان مختلف کروں میں تھے۔

اپنی عادتوں - خصلتوں اور رُتبوں کے مطابق —

"لوگ نام نوی" — صاحب کمال کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر
گروپ نے جو آہستہ آہستہ صوفوں سے اٹھ کر اب چینی سلک کے پھول دار
براجملن تھا ایک متودب ریگولیشن کے مطابق نعروہ لگایا۔ قالین کے ابھرے ہوئے پھر
مختلف زاویوں سے الگ الگ رنگ کے دکھائی دیتے تھے۔

صرف ریٹائرڈ جنرل بیشیر کے گلاس میں ایکوا پیورا تھا... اس پر کچھ شکوہ
ابھی تک بات اور تک نہیں گئی تھی... کچھ لین دین کا معاملہ تھا۔ اور بات اور تک
تو کہاں تک جائے گی... البتہ نبتاب کم عمر جنرل سلامت ایک پڑھا کو طالب علم کی طرح
دیکھ رہا تھا اور تمام باتیں کافی لگا کر غور سے سُن رہا تھا۔

اس گروپ میں بیشتر ریٹائرڈ آری تھے، چند سیاست دان تھے اور کچھ
پیور و کریں اور — ایک کوئرا تھا جو کالیے کے ساتھ ہی غسل خانے سے باہر آگئی
قدرتے پریشان حالت میں اس کمرے میں آگیا تھا جہاں کچھ لوگ ایک چینی
براجملن بڑے اطمینان سے گفتگو کر رہے تھے۔ یہاں اُس نے اپنا آپ ظاہر کرنا مانا
جانا اور ایک اطالوی میز کے سہری گل بُونوں تلے روپوش ہو کر حسب توفیق دُم ہلا۔
"نہیں — یہ نہیں ہو گا" ریٹائرڈ جنرل بیشیر ایک ایماندار تینق کے ساتھ

"کیونکہ جو ملک خوابوں کی بنیاد پر حاصل کئے جاتے ہیں اُن میں اللہ کی جانب
خاص پچ ایک سو ٹھن سا ہوتا ہے جو تاریخ کے ناروا گھونے برداشت کئے جاتا ہے
سرکنڈوں پر سے ابتلا کے پانی گذر جاتے ہیں اور وہ پھر سے بلند ہو جاتے ہیں اور
رہتے ہیں۔ پاکستان کا دوسرے ملکوں کے ساتھ موازنہ مت کریں۔ یہ خوابوں کی
حاصل کی گئی سلطنت ہے سر۔"

"سر —" سلامت نے اپنی عینک درست کرتے ہوئے انتہائی عاجزی سے
ایک چندہ مانگنے والے کی عاجزی سے بولا "انسانی تاریخ کا ایک بہت بڑا خواب سوویٹ
تھا اُس کا کیا ہوا؟"

"وہ لامد ہب تھے۔ اُن میں یقین کی روشنی نہیں تھی۔ ایک پیغمبر اور

ہرست کے پیغام میں فرق ہوتا ہے ”

”لیکن سر—“ سلامت نے صرف ایک کلاس روم میں بیٹھے طالب علم کی طرح نہ کھانیں کیا لیکن اُسی انگاری سے پھر بولا ”میں سینڈ ہرست میں رہا ہوں سر۔ اور یہ پاؤٹ میں بھی کورس زائیڈ کئے ہیں اور سر— وہ لوگ — ویسٹ اور امریکہ کے اُن میں زیادہ تر لاند ہب ہیں اور بہت زیادہ بنیاد پرست ہوں تو صرف سندے کے نڈے چرچ ائینڈ کرتے ہیں سر—“

”لیکن وہ گاڑ فیرنگ تو ہیں —“ بیشرنے خشکیں نگاہوں سے اس نوجوان کو یکجا جو تمدن روایات کی خلاف ورزی کر رہا تھا یعنی سوال پوچھ رہا تھا اور سینٹر ز پر اعتراض رہا تھا۔ سلامت چُپ کی عافیت میں چلا گیا کیونکہ بیشرنی۔ ایج۔ کیوں میں اب بھی ایک بسا رکھتا تھا۔

”میری بات سنو یہ گ میں —“ بیشرنے لمحوں کے توقف کے بعد پھر سلامت کی لرف متوجہ ہوا۔

”سر—“

”ہم نے جنگیں لڑی ہیں یہ گ میں۔ ۶۵ء اور ۷۱ء اور سیاچن۔ تمہیں کیا پتہ ہو کہ ملک کیا چیز ہوتی ہے۔ جنگ کے بغیر تمہارے عمدے تک پہنچ جانا — میں تمہاری ملاحتوں پر شک نہیں کر رہا لیکن جنگ — جنگ ہوتی ہے یہ گ میں —“

”اُن ذیڈ سر—“ سلامت نے سر جھکایا۔

”وف۔“ ایک آواز آئی اور سب کے کان اُدھر گئے جس طرف سے یہ آواز الی تھی اور یہ ”وف۔“ اُسی ردھم میں تھی جس ردھم میں ”جنگ“ کامگایا تھا۔

”یہ تو برادر عزیز ہے —“ صاحب کمال نے ایک زور دار تقدیر نگایا ”کالیے کا نعل ہے... اور جنٹل میں یہ اس پارٹی میں باقاعدہ مدعو ہے بغیر دعوت کے نہیں آیا“ وہ انھا اور اطاہوی میز کے پیچے جھٹک کر اسے دیکھا — ”وف۔“ گٹورے نے اپنی دعوت میں دخل انداز ہونے والی اُس کی شکل کو ناپسند کیا اور وہ ایک چڑھی تیوڑی اور پیچنے نعل کے ساتھ واپس چیتی قالین پر آبیٹھا ”پتے نہیں گشتیاں کب آئیں گی —“

”جی سر—“ سلامت چونک گیا کہ شانند کوئی یہ سٹ ملٹری نرم استعمال ہوئی

”کچھ نہیں۔“

یہ ناکام جزل مجھ سے جنگوں کی بات کر رہا ہے۔ جرم کی کیفیت اور اُمہیشہ موجود رہتا ہے۔ نعروں کے شور میں بھی ایک شے ہوتی ہے ضمیر... یا نہیں وہ مسلسل سرگوشیاں کرتا چلا جاتا ہے۔ آئی بیٹ کہ ان کے کان پک چکا سرگوشیاں مُن کر... یہ ان پر دھیان دیں تو کیونکر دیں... ان کی آب روانیت زنگ آلود ہوتی ہے۔ اور اس کے باوجود یہ مختار ہیں... یہ سب تو اپنے 65 کی جنگ جیسی بھی تھی ایک مورال بُوستر تھی... ہم نے باسڑڈز کو مزہ چکا پیگ ان لاہور جم خانہ مائی فٹ.... لالہ لوگ ایک چھوٹی سی نہر... بی آربی کراں سکتے تھے سترہ دنوں میں... ان میں سے ایک پیچھے ہٹا چاہتا تھا لیکن اُس کے نزوپر کر دیا تھا... ان ولنگ ہیرو... اور یہ جو صاحب کمال ہیں کمال کے آدمی ہیں... مردانگی پر بڑا زعم ہے — آل دے نامم... بی اے مین — گل دے ہیل آ دیم... کیا یہ بھی بچر زمیں شامل تھا... اور اب یہ بھی مختار تھا۔

”بیگ مین یو آر کو اٹ —“ صاحب کمال نے اُنگلی انداخت کر اس کی

کیا۔

نوسر — ”سلامت قالین پر بیٹھا بیٹھا شن ہو گیا

اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہاں گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں آتا...“

ہیرو آف سیاچن اندیش۔

آخری دن وہ ہیلی کا پڑکیے اُڑا تھا جس میں مریض اور نر میں تھیں۔ اُنہوں نے اُڑا دے جزر... ہی واڑ وَن آف دیم... فوج میں کہانیاں سفر کرتی ہیں ایک تسلسل میں جاری رہتا ہے... وہاں جیسور یا سلسٹ میں ایک مجرم تھا جس نہیں ڈالے تھے... ہی واڑے میں — لیکن اُس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اُس نے احکام کی خلاف ورزی کی تھی... اُس کا کوئی ذکر نہیں اور نائیگر کی بیٹ کبھی تک نمائش پر رکھی ہے... بیٹ نیجز... ریوالور... ہر شے... سوائے عزت نفس کے... نائیگر ہیشہ کے لئے لافالی ہو گیا ہے... یہ سب کچھ ہوا تو ہم دیکھ رہے تھے... بیگ رہے تھے لیکن ان کے بس میں کچھ نہ تھا... ایک اور جنگ آنے دو پھر ہم انہیں کہ جنگ کیا ہوتی ہے... وقت اب ہمارا ہے۔

”میں نے تمہیں ریکمنڈ کیا تھا جزل —“

سلامت پھر شن ہو گیا ”محبیک یو سر —“

ایسے نے تو مخالفت کی تھی — ان کی نسل ایک عینک والا اٹلیپک جو سل جزل افروز
میں کر سکتی تھی... لیکن وقت بدل چکے ہیں۔

بیشرنے اپنا آکوا پیورا سپ کیا اور کہنے لگا ”سی ڈی حسین صاحب آپ بہت
موش ہیں... کپیشل کی کیا خبر ہیں —“

سی ڈی حسین اس یک لخت التفات پر بوکھلا گیا۔ وہ بہت دیر سے اپنا منہ سمجھنے
درلن گھما گھما کر گفتگو کرنے والوں کے چروں کا پیچھا کر رہا تھا ”بس جی پارٹی ٹھیک جا رہی
ہے —“ اُس نے بالآخر ایک ایم این اے کی متانت چھرے پر طاری کی جو کہ وہ تھا
ہا ایم کو کوئی خطرہ نہیں —“

”ان ذیل —“ صاحب کمل نے صرف سر ہلایا۔ اُسے ان سیاست دانوں سے
ت وحشت ہوتی تھی اور وہ کچھ بھی کومٹ نہیں کرنا چاہتا تھا — پالیسی بھی یہی تھی —
الم —

سی ڈی حسین آج اپنے آپ سے بہت خوش تھا۔ وہ بقول کے نوبل کمپنی میں
آل دے جزلز — بلکہ نائٹ آف دی جزلز۔

”وف —“ بٹ خیلوی گٹورے سے رہانہ گیا اور اُس نے اپنے ہونے کا اعلان
سے کر دیا۔

”من آف اے رنج —“ صاحب کمل نے حاضرین کی جانب واد طلب نظر ووں
دیکھا اور ایک فلک شگاف ققہہ بلند کیا۔

”بالکل سر —“ سلامت نے اس کی گذبکس میں واپس آنے کے لئے یہ موقع
ت جانا اور بس سے پلے واد دی۔

”کیا بات کی ہے جزل صاحب —“ سی ڈی حسین بھی ذرا جھوم کر بولا ”بالکل
گیتا کا پچھے ہے سر — اور سر آپ جانتے ہیں کہ میں کاموں کی سے ایکٹ ہوا ہوں
۔۔۔ آپ کی مریانی سر۔ اور جتاب قریب ہی ایکن آباد میں میرا ایک یار ہے حفیظ ہنگرا
۔۔۔ گٹوں کا بڑا شوق ہے — تو اس کے پاس ایک بڑی شاندار گتی تھی جتاب عالی۔۔۔
شمام میں نے ہنگرا سے کہا اور آپ خود سیانے بیانے ہیں کہ میں نے کس حالت میں کہا

ہو گا تو میں نے اُسے کہا، بخرا کو — کہ یار تمہارے پاس کیا زبردست تھی ہے
کمینہ کرنے لگا سی ڈیے حسین — یہ کیا کتی ہے، تھی تو اس کی ماں تھی — ہلا
ڈی پہلی بار ذرا کھل کرہنا اور قدرے لایروادہ ہو گیا۔

قوی ایز لائن کا ایک مخمور پاٹک جو بست دیر سے گفتگو میں شامل ہونے کے
پڑ تول رہا تھا اور کوئی مقام ملاش کر رہا تھا یکدم بول اٹھا "واہ — حسین صاحب —
جناب آپ ہمارے محترم نمائندے ہیں لیکن — ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آپ
نام کا جو سی ڈی ہے — یہ کس کا مخفف ہے؟"

"چارغ دین — سی ڈی حسین نے ایک عوامی نمائندے کی درستگی سے
دیا اور اس کا سی ڈی کیست سے کوئی تعلق نہیں"

"إن ڈیڈ — "صاحب کمال نے سر بلایا۔

"وف — "کٹورا پھر بولا۔

"ذیم راث — "صاحب کمال نے غصے سے قالین پر تھوک دیا" کالی
بر اور عزیز قطعی طور پر ادب و آداب سے بہرہ در نہیں، نہیں جانتا کہ ایک جملہ
کب وف... میرا مطلب ہے کب بولنا چاہئے — ہی ازانث اے جملہ میں ۔۔۔"
"اس لئے کہ یہ — سُن آف اے فوج ہے سر — "سلامت نے فوراً فرمادی
صاحب کمال اُسی غصے میں اٹھا اور گرنے کو تھا کہ سی ڈی حسین نے اُسے
لیا "جناب ہمیشہ آپ ہمیں سارا دیتے ہیں آج تو ہمیں بھی موقع دیں —

"تمہینک ٹو سی ڈی — "

صاحب کمال آہستہ آہستہ اپنے آپ کو سنبھالتا ہوا پہنچنے والے قدم اٹھا
کوشش میں اُس اطالوی میز کے قریب گیا جس کے نیچے برادر عزیز بر اجلن تھا۔
اسے گردن سے دبوچ کر فضا میں بلند کر دیا۔ کٹورا بالکل نہیں بولا شائد فوج کی
میں تھا بس اطمینان سے نلتا رہا۔ صاحب کمال نے دروازہ کھولا اور اُسے برآمد
پھینک دیا۔ دروازہ کھونے سے آواز دل کی بھینٹاہٹ کے ساتھ طبلے کی تھاپ اور
منزل تک آئی۔ صاحب کمال نے تھاپ کو کلن لگا کر منا اور اس پر تاھنی تاھنی
جھنکا پھر واپس آگیا۔

کٹورے نے جمل بھی لینڈ کیا تھا وہیں بیٹھا رہا اور نمایت متاثر اور بے

ی احس کے بغیر ایک ہلکی سی وف کی اور یہ وف طبلے کی تھاپ سے ہم آہنگ وف
ی اور دُم ہلانے لگا۔ دے ڈیم میوزیکل پیتی۔
نیصل مسجد سے ادھر نیوی کالونی کے نواح میں یہ اسلام آباد کا ایک پاش، بے حد
بزرگ اور منگاترین سکیٹر تھا۔

چیز بھری دوپر میں گاؤں کے کچے گھروشن ہوتے ہیں ایسے رات کے گیارہ بجے
سکیٹر میں یہ گھر سرا سر روشن اور بے حد آباد تھا۔ گیٹ کے قریب دو جیپیں کھڑی تھیں
نیں پولیس کے الکار ڈیوٹی پر تھے۔ علاقے کا ایس ایچ او ذاتی طور پر نگرانی کر رہا تھا اسکے
لئے نہ پڑے۔

کالیے نے اس کے سامنے مدعا نیں کی فرست رکھ دی تھی کہ یہ آرہے ہیں
۔ خلل نہیں پڑنا چاہئے اور وہ جیپیں لے کر آگئے تھے۔

بریگتا اندر داخل ہوتے ہی ٹھنک گئی ۔ ”میل ۔ یہ تو شیگ پارٹی ہے۔
رس علاوہ کوئی عورت نہیں ۔ ”

ایک پرنسپل ہوست کی طرح کالیا ہر لمحے ہر جگہ موجود تھا چنانچہ جس وقت بریگتا
رمشید اندر آئے تو وہ ایک بغلی برآمدے سے فوراً برآمد ہو گیا۔ ویکلم بھر جائی ۔ بالکل
رس فرمایا آپ جناب نے کہ ادھر صرف ایک عورت ہے ۔ باقی تو ۔ کیسٹ فارے
نک؟ ”اس نے جواب کا انتظار کئے بغیر بریگتا کے ہاتھ میں ایک گلاس تھا دیا اور پھر اپنا
اس بلند کر کے سرخوشی سے نعروں گلایا ”سکول ۔ ”

”سکول ۔ ” بریگتا یکدم بھول گئی کہ وہ اس شیگ پارٹی میں اکلوتی خاتون ہے
۔ اس نے ایک چھوٹا سا گھونٹ یہ جانے کے لئے بھرا کر گلاس میں ہے کیا ۔

”ارشد کماں ہے؟ ” مشاہد نے کالیے کے کندھے کو تھپکا۔

”اوپر ۔ تیری منزل پر جو سن روم ہے اُس میں ۔ ”

”وہاں کیا کر رہا ہے؟ ”

”ستارے گن رہا ہے رات کے سو اگیارہ بجے اکیلا ۔ ”

اوپر سن روم میں جب بریگتا اور مشاہد داخل ہوئے تو ارشد انہیں دیکھ کر یوں
انتہا ہوا جیسے وہ کسی دیران جزیرے پر عرصہ دراز سے پھنسا ہوا تھا اور اب اُس نے کسی

سمندری جہاز کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا۔

”میں نے زاہد کو منع بھی کیا تھا کہ وہ یہ... یہ سب کچھ نہ کرے۔ اور اب تم رہے ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے“

”وہ یہ سب کچھ تمہارے لئے نہیں کر رہا۔“ مشاہد نے اس سے ہاتھ ملا ایک آرام کری میں دھنس گیا۔ تم بیٹھو بر گیتا۔ اسے تو بناہے چاہئے۔ یہ اس کی روشنی سنج ایکسر سائز ہے... ان میں سے پیشتر وہ لوگ ہیں جو اس کے کاروبار میں ثابت ہوتے ہیں یا جن کی رفاقت سے وہ اپنے آپ کو معزز ثابت کرتا ہے۔ یہ کچھ تمہارے لئے نہیں ہے“

”اور ارشد۔“ بر گیتا نے جھٹک کر ایک بیزار اور سوچے ہوئے منہ والے کے گالوں پر ایک بہت ہی گیلا بوسہ دیا اور اپنی مخصوص پچکی بھری ”تمہیں بہت مبارک ہو۔ لیکن تمہاری بیوی کہاں ہے؟“

”وہ یہاں کیسے آ سکتی تھی۔ بہت خیلہ کے شتل کاک بر قلعے میں سے نکل یکدم آنا فنا نہیں اس پارٹی میں کیسے آ سکتی تھی۔ یوں بھی یہ کوئی شریف زادی آنے کی جگہ ہے؟“

”بالکل نہیں۔“ بر گیتا نے راک ادا سے کہا۔

ارشد کے ماتھے پر پیسہ آگیا۔ یہ اس نے کیا کہہ دیا تھا۔ اس نے اٹھ کر ہاتھ تھام لیا۔ آئی ایم سوری بھا بھی... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔

”میں یوں بھی شریف زادی نہیں ہوں۔“ بر گیتا بڑا منے کی بجائے شرا ان دمجمیوں سے لطف اندوڑ ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”آئی ایم سوری۔“ وہ بہت ہی پشیمان ہو رہا تھا۔

”تم یہاں آنے سے پیشتر وہ سائٹ ہوٹل کی طرف گئے تھے؟“ مشاہد اگر سے لا تعلق صرف یہی سوال پوچھنے کے انتظار میں تھا۔

”ہاں۔“

”تو پھر؟“

”ہوٹل والے شکایت کر رہے تھے کہ کالیاں کا گٹورا اٹھالا یا ہے۔“

”میں اس کی بات نہیں کر رہا۔ آلوچے کا وہ درخت، پچھواڑے میں۔“

”غلوٹے کھل پکے تھے؟“
 ”تم بھی بے یقینی میں ہو، مجھے میں ہو — مشاہد وہ شش کاک میرے کمرے میں
 بر قع میں پی لپٹائی بیٹھی تھی... شادی کی رات تھی اور میں نے اسے کہا میں ابھی آتا
 اور میں کہاں گیا؟ اپنی کار شارٹ کی رات کے پچھلے پر اور وے سائڈ ہو ٹھل چلا
 ... وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ صرف وہ ٹوٹنے کے نزدیک تین کریاں پڑی تھیں دریا کے
 جن پر ہم بیٹھے تھے... اور میں وہاں دیر تک اندر ہیرے میں گم تھا بستگی میں بیٹھا تھا۔“

”دریا کے بہاؤ کی آواز تھی؟“

”ہاں — شائد۔“

”اور غلوٹے کھل پکے تھے؟“

”ہاں — شائد۔“

”یہ ہم ہیں ارشد۔“

”اور یہ جو ہم ہیں، ہمارے بارے میں کیا خیال ہے —“ بر گیتا نے بھٹکل اپنی
 ٹاروکی ”یہ تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو — اور ہم یہاں تمہاری شادی کی خوشی میں
 لیکھنے آئے ہیں... وہ... کیا دیکھنے آئے ہیں میل؟“

”تم نے ضد کی تھی کہ تم بھی میرے ساتھ چلو گی — تمہارا خیال تھا کہ میں پہ
 ماکس میڈی ایول اور جی میں شرکت کرنے جا رہا ہوں۔“

”ٹھیک ہے لیکن ہم دیکھنے کیا آئے ہیں؟“

”مجرا۔“

”ہاں آں — یہک“ بر گیتا نے ہیکلی تو اُس کا سیاہ بدن اس کے سلیٹی لباس میں
 پل بھر کے لیے ظاہر ہوا ”وی ڈانسگ گر لز... مردان کو یہاں ہونا چاہئے تھا۔ اُس نے
 سے دعہ کر رکھا ہے کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں مجھے ہیرا منڈی لے کر جائے گا۔“

”یار تم اتنی بے دھڑک ہو کر ہیرا منڈی کا نام نہ لیا کرو —“ میل نے اسے
 بے سمجھا جیسے دہ جانتا ہو کہ اس بار بھی سمجھانے سے کوئی خاص فائدہ نہ ہو گا ”ارشد تم
 بآئے؟“

”تم خوش کیوں نہیں ہو؟“